ایک عیسائی جنٹلمین کے

قرآن کریم پر اعتراضات

اور اُن کے

جوابات

از

ایم غلام نبی مسلم ۔ ایم ۔ اے

شائع کردہ

اسلامی مشن سنت نگر ۔ لاہور

طباعت ۔ سیّد سنز اُردو بازار لاہور

کتابت :۔ عبدالمجید امجد ۔ محلہ صداقت پارک ۔ سانڈہ ۔ لاہور

مسیحی بھائی ڈبلیو۔ اے۔ سنگھ
کے
مکتوب کا جواب

ہمیں ایک مسیحی بھائی ڈبلیو۔ اے۔ سنگھ کا گرامی نامہ ملا ہے۔ جس میں انہوں نے جمع قرآن کے متعلق غلط فہمیوں کا اظہار کیا ہے۔ انہیں مسیحیت سے متعلق مسلمانوں کی تحریرات کا شکوہ ہے کہ ہم دل پر جبر کر کے انہیں پڑھتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"فی زمانہ اہلِ اسلام کی مسیحیت کے بارے میں جو کتب پاکستان میں شائع ہو رہی ہیں۔ وہ آپ کے اس دعوے کی کہ 'کوئی مسلمان مسیحیت پر گندگی نہیں اچھال سکتا' منہ بولتی تردید ہیں۔ مسیحی مسلمات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا کیا ہے؟ کیا کبھی آپ کو دیندار مجلس کراچی کی کتب پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے؟ میں ایک مسجد کے سامنے رہتا ہوں اور ہر جمعہ کو امام مسجد کی مسیحیت کے بارے میں گوہر افشانیاں سنتا

ہوں۔ شاید آپ اس پر بھی غور کریں۔ جہاں تک عیسائی اور ان کے پادریوں کا اسلام پر حملے کرنے کا تعلق ہے۔ تو عرض خدمت ہے۔ کہ ایسے ناہنجار لوگ ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ میں اسے مستحسن بات نہیں سمجھتا۔"

برادرِ محترم! ہمارے پاس دیندار مجلس کا لٹریچر نہیں۔ تاہم اگر وہ مسیحیت کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ تو ہم اس سے بری ہیں۔ اور اگر اس کے ساتھ ساتھ ان کے لہجے میں ناروا تلخی ہے۔ تو یہ اور بھی افسوس کی بات ہے۔ لیکن ہماری طرف سے آپ نے خود وضاحت کر دی ہے کہ

"جہاں تک عیسائی اور ان کے پادریوں کا اسلام پر حملے کرنے کا تعلق ہے تو عرض خدمت ہے کہ ایسے ناہنجار لوگ ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔"

جہاں تک اسلامی مشن کا تعلق ہے۔ اس کا لٹریچر آپ کے سامنے ہے۔ ہمیں ایک تو قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی تلقین ہے۔ کہ مخالفین سے احسن طریق سے تبادلہ خیال کرو۔ اور دلائل کے ساتھ انہیں قائل کرو۔ کیونکہ کسی شخص کو گمراہ کرنا، اور فریب، لالچ اور غلط بیانی سے راہِ حق سے ہٹانا مذہب تو در کنار انسانیت سے بھی گری ہوئی بات ہے۔ راہ حق کی تبلیغ انسانی خیر خواہی کے لئے ہوتی ہے۔ اسے دھوکا دے کر اپنے جتھے میں شامل کرنے اور استحصال کے لئے نہیں،

پھر ہم حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ پر اُتری ہوئی کتاب پر اس لئے ایمان لاتے ہیں کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ اور ان کا انکار کر کے مسلمان نہیں رہ سکتے۔ نیز ان کی شان میں گستاخی کو کفر اور گناہ یقین کرتے ہیں۔ البتہ مسیحی علماء نے انجیل میں حضرت مسیح اور آپ کی تعلیمات کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ وہ انتہائی ہتک آمیز ہے۔ اور جس طرح ہم حضرت مسیح کے متعلق یہود کے عقاید کی مذمت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مسیحی بھائیوں سے کہتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح حضرت مریمؑ اور انجیل کی تعلیمات کی عظمت کے منافی عقائد، روایات اور تعلیمات کو ترک کریں تا کہ آپ کا جلال، احترام اور بزرگی اس طرح بحال اور قائم ہو جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم کی روشنی میں چودہ سو سال سے امتِ مسلمہ نے قائم کر رکھی ہے،

ہم حضرت مسیح کو دوسرے نبیوں کی طرح اللہ تعالیٰ کا سچا رسول مانتے ہیں۔ لیکن ان عقاید کو حضرت مسیحؑ کے عقاید تسلیم نہیں کرتے۔ جو اکثر مسیحیوں نے ان کی طرف منسوب کر رکھے ہیں

پس ہم مسیحی بھائیوں سے یہ نہیں کہتے کہ حضرت مسیح کو چھوڑ دیں بلکہ آپ کی اس سچی تعلیم پر ایمان لائیں، جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر آپ کے متعلق پیش کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (متی ۴:۱۰)

اور حضرت مسیح اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں

(مرقس ۹ : ۳۷)

جیساکہ آنجناب نے خود فرمایا:۔

"ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے۔ جانیں۔"

(یوحنا ۱۷ : ۳)

اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ

چونکہ مسیحی بھائی پادریوں کے غلط پروپیگنڈہ کے ماتحت اسلام کی تعلیمات سے دور دور رہتے ہیں۔ اس لئے ہم جناب ڈبلیو۔ اے۔ سنگھ کے مشورہ کے مطابق اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ جب مسیحی بھائی کسی مسلمان سے بات کریں یا کسی غیر مسلم سے اسلام کے متعلق کوئی بات سنیں تو ان تعلیمات کو ذہن میں رکھیں۔

۱۔ اسلام کی رُو سے اس کائنات کا خالق، مالک، رازق ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ اپنی ذات اور صفات میں واحد، یکتا بے ہمتا اور بے نظیر ہے۔ وہ ازلی ابدی ہے۔ اس کا نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا، دنیا کے کارخانے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور نہ وہ کسی کا محتاج ہے۔ تمام مخلوق اپنے وجود

کی بقا اور نشوونما کے لئے اسی کی نیازمند ہے۔ لیکن وہ بے نیاز ہے۔ وہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔ اور اس کی قدرت کا احاطہ کرنا مخلوق کی طاقت سے باہر ہے۔ ۔ ۔ وہ شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ وہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہے۔ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس کی رحمت ہر امر پر وسیع ہے۔

۲ - اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین انداز سے پر پیدا کیا ہے۔ اسے مخلوق میں مکرم و محترم بنایا ہے۔ اسے تمام مخلوق پر خلیفہ ٹھہرایا ہے۔ انسان کی ہدایت اور روحانی نشوونما کے لئے بلا امتیاز ہر ملک، قوم اور ہر علاقے میں رسول بھیجے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے احکام حاصل کر کے نسلِ انسانی کو خدا شناسی اور باہمی اخوت، محبت اور انصاف پر قائم کیا۔ اس کی نظروں میں تمام انسان ایک ہی خاندان کی طرح ہیں۔ کسی شخص کو ملک، دولت، مرتبے اور رنگ کے اختلاف کی بنا پر کسی دوسرے انسان پر فوقیت اور بزرگی حاصل نہیں صرف وہ شخص اللہ کی نظر میں مکرم ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کا دوسروں سے زیادہ پابند ہے۔ بدیوں سے بچتا ہے نیکی کے کام کرتا ہے۔ اور خلقِ خدا کی بھلائی میں مصروف رہتا ہے۔

۳۔ اسلام اس بات کا حکم دیتا ہے کہ دنیا بھر کے مذہبی رہنماؤں یعنی رسولوں اور ان کی لائی ہوئی کتابوں پر ایمان لاؤ۔ ان کا صدق دل سے احترام کرو۔ ان کا ذکر تحقیر سے نہ کرو، اور اس طرح مختلف مذاہب، امتوں اور اقوام کے درمیان اتحاد کی محکم و مضبوط بنیاد رکھو۔

۴۔ دنیا کے پسے اور کچلے ہوئے انسانوں کی زنجیروں کو توڑ دو۔ یتیموں، مسکینوں اور غریبوں کی محتاجی کو ختم کر دو۔ صدیوں سے کچلی ہوئی عورتوں کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے ناطے سے بلند مقام عطا کرو۔ چنانچہ اسلام نے عورت کو مردوں کے پہلو بہ پہلو سماجی حقوق دیئے۔ ایک عورت احکامِ الٰہی کی پابندی کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتی ہے۔ اپنے والدین، شوہر اور دوسرے رشتہ داروں کا مال ورثہ میں پا سکتی ہے۔ اسے رضامندی سے شادی کا اختیار دیا ہے اور نارضامندی کی صورت میں وہ خاوند سے طلاق حاصل کرنے کی مجاز ہے۔ وہ دینی اور دنیوی علم حاصل کر کے بلند ترین مقام حاصل کر سکتی ہے۔

۵۔ اسلام نے فک رقبۃ (غلاموں کو غلامی سے چھڑانا) کے الفاظ میں غلامی کی زنجیریں کاٹنے کو اعلیٰ مقام بخشا ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فضیلت بتاتی ہے،

کہ آپؐ تمام دنیا کے لئے رحمت وہادی ہیں۔ اور آپ نوعِ انسانی کے بوجھوں کو اُتارتے اور ان کی زنجیروں اور طوقوں کو کاٹتے ہیں۔

۶۔ آپؐ نے اقوامِ عالم کو اخوّت اور بھائی چارے کا پیغام دیا۔ انہیں محبّت اور اخوّت کی زنجیروں میں جکڑا۔ تمام نبیوں اور کتابوں کے احترام کی تعلیم دے کر یہودیوں، مسیحیوں، مجوسیوں اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے سینوں سے کینے ختم کر کے انہیں اسلامی برادری میں یک جا کر دیا۔ اور انہیں اپنے اپنے رسولوں کی محبّت میں بھی پختہ تر کر دیا۔ ان سے تعلّق ختم نہیں کرایا۔

۷۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ انسان جو کچھ اس دنیا میں اچھے یا بُرے کام کرتا ہے۔ مرنے کے بعد قیامت کے روز اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ جو انسان اس دنیا میں انبیاء کی تعلیم کے مطابق نیک زندگی گذارے گا۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے جنّت میں داخل کرے گا۔ اور جو بُرے کام کرے گا۔ اس کے بدلے میں دوزخ میں جلے گا۔ ایمان وہی پسندیدہ ہے جس کے ساتھ کتاب اللہ کے حکموں کے مطابق ایمان بھی ہو۔ کوئی شخص دوسرے کی بد اعمالیوں کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اور نہ ہی کسی شخص کی قربانی کسی دوسرے کے جرموں کا کفارہ ہوگی

حضرتِ مسیح علیہ السّلام کا مقام

ہم اللہ کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے۔ سب پر یکساں ایمان لاتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس وقت ہمارا مخاطب ایک مسیحی دوست ہے اس لئے ہم حضرت مسیحؑ کا ذکر بالخصوص کرتے ہیں۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے۔ کہ آپ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰؑ کے بعد سب سے زیادہ اولوالعزم رسُول تھے۔ آپ نے توریت کی تعلیمات کی روشنی میں ایک خدا کی عبادت کی تلقین کی (اِنّی عَبدُ اللّٰہِ) آپ روزے رکھتے تھے۔ خدا کی عبادت کرتے تھے۔ آپ نے لوگوں کو توریت کی پابندی کرنے کی تبلیغ کی، آپ نے نیکی کی تلقین کی۔ بدی سے روکا۔ اور جنّت کی بشارت ان لوگوں کو دی جو بدیوں کو چھوڑ کر بچّوں کی طرح معصوم اور گناہوں سے پاک ہو جائیں۔

آپ اپنی والدہ کے فرماں بردار اور ان سے نیک سلوک کرتے تھے۔ آپ نے والدہ کو کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ

"اے عورت! مجھے تجھ سے کیا کام"

آپ رحیم و شفیق تھے اور آپ نے کبھی مخالفوں کو گستاخ، سانپ، بدکار وغیرہ گرے ہوئے الفاظ سے یاد نہیں کیا۔ آپ نے انجیل کا

پیغام یہودیوں کو دیا (رسولاً الیٰ بنی اسرائیل)

آپ کی محترمہ والدہ مریم صدیقہ پاک دامن تھیں۔ وہ عبادت گذار تھیں۔ خدا نے فرشتوں کے ذریعے انہیں بیٹے کی بشارت دی اور آپ نے مسیحی کتابوں کے برعکس، اپنے بیٹے کی رسالت کی تصدیق کی۔

٭ ٭ ٭

قرآن کے متعلق سوالات اور اُن کے جوابات

ایک حق پسند انسان کے لئے زیبا ہے کہ جو سوالات وہ کسی دوسری مذہبی کتاب پر کرے۔ وہی سوالات جب اس کی مذہبی کتاب پر کئے جائیں تو وہ خود بھی جوابات دے سکے۔ لیکن اگر اس کی مذہبی کتاب جوابات کے دینے سے عاجز ہو۔ تو شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ دوسری کتاب کے متعلق سوالات سے گریز کیا جائے۔ پھر سوال کرنے سے قبل علم کو مکمل کر لینا چاہیئے۔ تاکہ نہ کسی دوسرے کا وقت ضائع ہو اور نہ سائل کو نادم ہونا پڑے۔ تاہم آپ کے سوالات کے جوابات پیش خدمت ہیں

سوال ۱: قرآن شریف حیطۂ تحریر میں کب آیا؟ روز اول سے؟

جواب: نزول کے ساتھ ہی قرآن حفظ کیا جانے اور لکھا جانے لگا۔ آج دنیا میں لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جنہیں قرآن حفظ ہے۔ پہلے مسلمانوں

کا ذوق شوق بہت زیادہ تھا۔ اس لئے جس قدر قرآن نازل ہوتا تھا۔ وہ اسے حفظ کر لیتے تھے۔ اور اسے نبی کریمؐ کے حکم سے لکھا بھی جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ جس سورۃ کو سن کر مسلمان ہوئے تھے۔ وہ لکھی ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں آنحضرتؐ اور مسلمان دن رات تلاوت کے علاوہ کفار میں قرآن کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس لئے انہیں یاد رہتا تھا اور مدینہ منورہ میں تو باقاعدہ دس بارہ کاتبانِ وحی تھے۔ جو اسے لکھتے تھے۔

سوال ۲: حضرت عثمانؓ نے احراقِ قرآن کا حکم کیوں دیا؟

جواب:- حضرت عثمانؓ نے قرآن جلانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ محض افتراء ہے۔ البتہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اسلام عرب سے نکل کر غیر عرب قوموں تک پہنچ گیا تھا۔ جو اصحاب ان ملکوں میں پہنچے۔ ان میں سب حافظ نہ تھے۔ اور بعض ایسے بھی تھے۔ جن کے پاس کچھ سورتیں لکھی ہوتی تھیں۔ اس خیال سے کہ کسی مستند نقل کے نہ ہونے سے لوگوں میں غلط فہمی پیدا نہ ہو جائے۔ حضرت عثمانؓ نے آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ کا قرآن شریف لے کر اس کی نقول کروائیں۔ اور انہیں بڑے بڑے صوبوں کے گورنروں کے پاس بھجوا دیا۔ تاکہ لوگ آئندہ ان ہی کی نقل اپنے پاس رکھیں اور جو کچھ پہلے ان کے پاس غیر مکمل سورتیں اور آیات تھیں۔ انہیں ترک کرنے کا حکم دے دیا گیا تاکہ وہ آئندہ باعثِ فتنہ نہ رہیں۔ اور یہ کچھ

احتیاطاً کیا گیا تھا۔ ورنہ تمام عالمِ اسلام میں حضرت عثمانؓ کی خلافت سے پہلے تراویح کی صلاۃ ہوتی تھی اور اس میں ہر سال ہزاروں حافظ قرآن سناتے تھے۔

سوال ۳: کیا دیگر قرآن مثلاً حضرت سالمؓ کا، حضرت ابوبکرؓ کا، حضرت انس بن مالک کا، حضرت ابن عباس اور حضرت علی وغیرہ میں فرق تھا؟

جواب: ۔ ان میں سے کسی کا بھی الگ الگ قرآن نہیں تھا۔ یہ تمیوں حضرات حضرت عثمانؓ کے عہد میں زندہ سلامت تھے۔ اگر ان کے الگ الگ قرآن ہوتے تو ان کا آج کہیں وجود ہوتا۔ اگر وہ حضرت عثمانؓ کے قرآن سے الگ ہوتے۔ اور جب حضرت عثمانؓ نے قرآن حکیم کی نقول باہر بھیجی تھیں، تو یہ بزرگ اس سے باخبر ہو کر ایک ہنگامہ کھڑا کر دیتے اور کہتے کہ اصل قرآن تو ہمارے پاس ہے۔ مگر ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی انہوں نے کوئی احتجاج کیا، اور نہ یہ دعویٰ کیا کہ ہمارے پاس اصل قرآن موجود ہے۔ یہ قطعاً جھوٹ ہے کہ ان کے پاس کوئی علیحدہ قرآن تھا۔

سوال ۴: قرآن شریف کی جمع و ترتیب کا کچھ احوال بیان کریں۔

جواب: ۔ قرآن حکیم کی موجودہ ترتیب اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

"ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں" سورہ واقعہ میں ہے۔ "بے شک ہمارے ہی ذمے اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہے۔"

چنانچہ جب کبھی آنحضرتؐ پہ کوئی سورت یا آیت نازل ہوتی - تو آنحضرتؐ اسے حکم الٰہی کے مطابق اس کے صحیح مقام پر لکھوا دیتے، حتیٰ کہ قرآن مکمل ہو گیا - قرآن حکیم نزول کے وقت، اس وقت کے مسلمانوں کے حالات اور واقعات کے مطابق نازل ہوتا رہا - تاکہ امتِ مسلمہ کی درجہ بدرجہ تربیت ہوتی رہے - لیکن قیامت تک اس نے دنیا کی اقوام کی رہنمائی کرنی تھی - اس لئے اللہ تعالےٰ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی موجودہ ترتیب دی تھی - اور اقوامِ عالم کے لئے یہی مناسب ترتیب ہے - اور اللہ تعالےٰ سے بہتر علیم و خبیر کوئی نہیں -

سوال ۵: قرآن اور غیر قرآن میں امتیاز کرنے کا اصول کیا تھا اور کیا وہ پختہ اصول تھا ؟

جواب :- سب سے بڑا اور حقیقی امتیاز یہی ہے - کہ جس نبی اللہ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہ یہ قرآن نازل ہوا - انہوں نے بتایا کہ یہ قرآن ہے - اسے ہی قرآن کے طور پہ لکھوا دیا - اسے ہی صحابہ کرامؓ کو یاد کرایا - اس کی کفار کو تبلیغ کی - اسی کی تلاوت کرائی - اسی کی صلاۃ میں قرأت کی گئی - قرآن خود اپنی پہلی سطر میں عو یدار ہے - ذالک الکتاب لا ریب فیہ اور اعلان کرتا ہے کہ کہ اس کتاب (قرآن مجید) میں کوئی شک نہیں کہ یہ کلامِ خدا ہے اور پرہیز گاروں کے لئے رہنما ہے -

ویسے قرآن نے خود اپنی امتیازی شناخت یہ بتائی ہے۔ کہ:۔
"کوئی انسان یا قوم بلکہ ساری مخلوق بھی قرآن کی کسی سورۃ جیسی کوئی سورت نہیں بنا سکتی" یہ چیلنج چودہ سو سال سے آج تک قائم ہے۔ ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ کسی بھی دیگر مذہب کی الہامی کتاب سے اس کے اپنے متعلق یہ دعویٰ پیش کیا جائے۔ جس میں اس نے اعلان کیا ہو۔ کہ

"یہ الہامی کتاب ہے"

جو کتاب ایسا دعویٰ نہ کرے۔ وہ الہامی نہیں ہو سکتی۔
مکہ کے کفار تک کو یہ امتیاز معلوم تھا۔ چنانچہ انہوں نے قرآن سن کر کہا تھا۔ کہ مَاھٰذَا الکلام البشر۔ یہ انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔

سوال ۷ ان لوگوں کو قرآن جمع کرنے کا حکم کیوں نہ دیا گیا۔ جن کے متعلق آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ کہ قرآن ان چار اشخاص سے سیکھو

جواب:۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ چار شخصوں سے قرآن سیکھو کیا آپ یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ صرف چار شخص قرآن جانتے تھے؟ دوسرے الفاظ میں آنحضرتؐ صرف چار شخصوں کو قرآن سکھا سکے۔ اور باقی قرآنی تعلیمات سے بے بہرہ رہے

قرآن تو کہتا ہے۔ کہ "ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے"
بات کرنی ہے تو صرف قرآن سے کیجئے۔ اسلام کے دشمنوں کی باتوں پہ کان دھرو گے۔ تو سچائی سے محروم رہو گے۔ پھر آپ کو اس بات پہ کیوں اصرار ہے۔ کہ فلاں نے کیوں جمع کیا۔ فلاں سے کیوں کروا دیا گیا۔ آپ تو اسے خدا کا کلام مانتے ہی نہیں۔ اس کا غم کیوں کھاتے ہیں۔ یہ اعتراض تو ان چار آدمیوں کو ہونا چاہیئے تھا۔ کہ ہم سے کیوں نہیں لکھوایا۔ مگر انہوں نے تو کہیں شکایت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے۔ جویائے حق اس طرح کے اعتراض نہیں کرتے۔ کوئی معقول اعتراض کیجئے۔ دنیا کے تمام غیر مسلم مستشرقین نے بھی قرآن کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ آپ بے خبری کا ثبوت نہ دیں۔

سوال ۷: اعراب کب لگے اور کیا اعراب کے بغیر کسی غیر عرب کے لئے قرآن شریف پڑھنا اور اسے سمجھنا ممکن تھا؟

جواب:۔ اعراب خلیفہ عبدالملک اموی کے زمانے میں لگے۔ اس زمانے میں اعراب بصرہ کے گورنر زیاد کے حکم سے ابوالاسود الدؤلی نے لگائے۔

سلطنت اور اسلام عرب سے باہر ایران، سندھ، وسط ایشیاء اور شمالی افریقہ تک پھیل چکا تھا۔ عربی زبان میں زبر، زیر، پیش کی تبدیلی ہی سے معنی بدل جاتے ہیں۔ اس لئے عجمیوں نے عربی

سیکھنے کے باوجود قرآن غلط پڑھنا شروع کیا ۔ اور اگر یہ خرابی جاری رہتی تو ہزاروں ایسے قرآن وجود میں آجاتے ۔ جو ایک دوسرے سے اعراب اور معنوں کے لحاظ سے مختلف ہوتے اور دین میں شکوک پیدا ہوتے ۔ اس فتنے کے سدباب کے لئے قرآن کے اعراب لگا دیئے گئے ۔ اور آج وہ ہو بہو چلے آرہے ہیں ۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے ۔ کہ دوسرے ملکوں کی طرح خود عرب کے شہری ، بدوی ، صحرائی ، پہاڑی لوگ زبان دانی میں یکساں مقام نہیں رکھتے تھے ۔ اس لئے اگر وہ حفاظ یا علماء سے قرآن نہ سنتے اور محض اعراب کے بغیر لکھا ہُوا قرآن پڑھتے تو ان سے بھی غلطی کا امکان تھا ۔ غیر عربوں کا تو ذکر ہی کیا ۔ اور اعراب کی ضرورت خود بتاتی ہے ۔ کہ غیر عربوں کو قرآن پڑھنے اور سمجھنے میں مشکلات پیش آرہی تھیں ۔

ہمارے ملک کی مثال لیجئے ۔ یہاں لڑکے کئی کئی سال انگریزی پڑھتے ہیں ۔ لیکن ہزاروں میں سے چند ہی ایسے ہوں گے ۔ جنہیں انگریزی میں مہارت ہو ۔ صحیح لکھ ، پڑھ یا سمجھ سکیں ۔ اور اگر ان کے سامنے پنکچویشن (رموز و اوقاف) کے بغیر عبارت رکھ دی جائے ۔ تو ٹھیک طور پر سمجھ نہیں سکتے ۔ اسی طرح اگر t کو کراس نہ کیا جائے تو آئی یا ایل پڑھا جا سکتا ہے ۔ اس لئے انگریزی میں ہر t کو کراس کیا جاتا ہے

ویسے اگر علماء قرآن حکیم کے مطالب و معانی ان کی مادری زبان میں بیان کردیں تو سمجھ جائیں گے۔ جیسے کہ عام طور پر مسیحی تراجم ہی سے کام لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی اصل کتابیں تو ناپید ہو چکی ہیں۔ اور عام طور پر عرب مبلغینِ اسلام نے غیر عرب نامسلموں کو اسلام کی تعلیم دی۔ اور انہیں دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ اور پھر ان میں علمی ذوق پیدا ہؤا۔ تو وہ عربی سیکھ گئے۔ اور عربی زبان میں بلند پایہ کتابیں تصنیف کیں۔ اور آج بھی تمام غیر عرب اسلامی ممالک میں ہزاروں عربی کے علماء موجود ہیں۔ جن کی زباندانی کا لوہا عرب اہلِ علم بھی مانتے ہیں۔

آپ بڑے شوق سے مزید سوالات کیجئے۔ لیکن ایسے سوالات نہ کیجئے۔ جن سے آپ کا علم اور مطالعہ ظاہر ہو۔ آپ نے قرآن کے متعلق تو سوالات کئے ہیں۔ کیا آپ انجیل کے متعلق مطمئن ہیں۔ اور ایسا ہی ہے تو کیا ذیل کے سوالات پہ روشنی ڈال کر ہمیں شکر گزاری کا موقع دیں گے۔

بائبل کے متعلق چند سوالات

۱ - حضرت مسیح پر انجیل کس زبان میں اُتری تھی اور وہ آج کل کس ملک میں بولی جاتی ہے ؟

۲ - وہ انجیل آپ نے کیسے محفوظ کی ؟ آپ نے کیسے لکھوائی یا آپ کی نگرانی میں کس نے لکھی ؟

۳ - موجودہ چاروں انجیلیں کس نے لکھیں ؟ کس زبان میں لکھیں - مسیح سے کتنے سال بعد لکھیں ؟

۴ - کیا ابتداء ہی سے چار انجیلیں تھیں یا زیادہ ؟ اگر زیادہ تھیں تو ان میں سے چار انجیلیں کس اصول کے مطابق چُنی گئیں اور یہ انجیلیں اس وقت کس زبان میں تھیں ؟

۵ - موجودہ انجیلیں یونانی زبان سے ترجمہ کی گئی ہیں - کس شخص نے کب اور کس زبان سے یونانی میں ترجمہ کیں ؟

۶ - کیا موجودہ تمام اناجیل اسی طرح خدا کیطرف سے نازل ہوئیں ؟ اگر ایسا ہے تو ان پر ان کے مصنفین کے نام کیوں درج ہوئے - کب درج ہوئے - اگر یہ اناجیل الہامی ہیں تو ان کے مضامین میں مندرجہ واقعات اور تعلیمات میں تضاد اور فرق کیوں ہے ؟

۷ - ان سب اناجیل میں حضرت یسوع مسیح کی زندگی، شجرہ نسب، ان کے وعظ و کلام کو ہی درج کیا گیا ہے، کیا ایسے حالات خدا کیطرف سے بذریعہ وحی یا الہام نازل ہو سکتے ہیں - متی اور لوقا میں مسیح کا سلسلہ نسب درج ہے - متی میں ۲۸ اور لوقا میں ۴۳ نسلوں کا ذکر ہے - دونوں میں انکے اباو اجداد کے نام مختلف ہیں - ان میں سے کونسا سلسلہ نسب صحیح ہے -

۸ - رومن کیتھولک کی بائبل میں ۷۲ کتابیں، پراٹسٹنٹ کی بائبل میں ۶۶ کتابیں ہیں - دونوں میں درست بائبل کون سی ہے ؟

۹ - عہد نامہ عتیق میں ۵۶ کتابیں تھیں - لیکن موجودہ ایڈیشن میں ۳۹ ہیں - ۱۷ کتابیں کہاں گئیں ؟

۱۰ - ان چاروں انجیلوں میں اختلافات کیوں پائے جاتے ہیں - اختلاف کی صورت میں کسے سچا سمجھا جائے اور کیوں ؟ -

۱۱ - لوقا باب اول اور یوحنا (باب آخر) کی رو سے مسیح کی تعلیمات کے چیدہ چیدہ حالات ان میں درج ہیں باقی حالات کہاں ہیں؟ اور کیا ان کی عدم موجودگی سے تعلیم ناقص تو نہیں رہ گئی۔ اگر نہیں تو کیوں؟

۱۲ - یوحنا ۱۶ : ۱۲ کی رو سے مسیح بہت سی باتیں ان کہی چھوڑ گئے اور کسی روحِ حق کے آنے کی بشارت دے گئے۔ جو سچائی کی تمام راہ دکھائیگا۔ کیا آپ کے جانے کے بعد نامکمل تعلیم ہدایت کے لئے کافی تھی؟ بھلا کیوں؟ اگر کافی تھی تو پھر دوسرے کے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا وہ روحِ حق آگیا ہے۔ اگر آگیا ہے تو وہ کون ہے؟ اور اس نے انجیلی تعلیم میں کن باتوں کا اضافہ کیا ہے؟ اگر ابھی نہیں آیا تو کیا مسیحی دنیا ناقص تعلیم پر قائم ہے؟

ہم امید رکھتے ہیں کہ جناب ڈبلیو۔ اے رسنگھ قرآن حکیم کے بارے میں مزید سوالات کے ساتھ ہماری معروضات کا بھی جواب دیں گے۔ آپ کا اہلِ علم ہو کر یہ لکھنا کہ کوئی مسیحی آنحضرتؐ کو نبی نہیں مان سکتا کیونکہ انجیل اس کی اجازت نہیں دیتی۔ آفتاب کو دیکھ کر آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہے۔ یہ رویہ تو یہود نے مسیح کے بارے میں اختیار کیا تھا۔ حالانکہ حضرت مسیح نے یہودیت کی تصدیق اور تائید کی تھی۔ آپ یہود کے نقشِ قدم پر تو نہ چلئے پیغمبر اسلام نے حضرت مسیح کی تصدیق کی ہے۔ انجیل کو خدا کا کلام قرار دیا ہے۔ مسیح کے انکار پر یہودیوں کو جھوٹا ٹھہرایا۔ اور یہود کے الزامات کے مقابل مریم صدیقہ کی پاکدامنی کا اعلان کیا۔ پھر حضرت مسیح نے تو خود جاتے ہوئے کہا کہ میرے بعد دوسرا مددگار آئے گا۔ جو وہ تعلیم مکمل کریگا۔ جسے میں نامکمل چھوڑے جا رہا ہوں۔ اور وہ دوسرا مددگار آنحضرتؐ کے سوا اور کون ہے؟ اور آنحضرتؐ کا ماننا حضرت مسیح کا انکار نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح کے ساتھ ان کے ایک مصدق اور مددگار نبی پر ایمان لانا ہے۔ اور اس طرح ۹۰ کروڑ مسلمانوں کی برادری میں شریک ہو کر دنیا میں اتحاد کی منزل کو قریب لانا ہے۔ کیا آپ غور فرما کر اس وسیع تر برادری شامل ہونا پسند نہیں کریں گے؟